سوال

(235) دورانِ ایام فوت شدہ روزوں کی قضاء

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایام کی حالت میں جو روزے رہ جائیں، انہیں رمضان کے بعد کس حدتک مؤخر کیا جا سکتا ہے؟ کیا انہیں مسلسل رکھنا ہوتا ہے یا متفرق طور پر بھی رکھے جا سکتے ہیں؟ قرآن وحدیث میں ان کے متعلق کیا ہدایات ہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

ایام کے دوران جو روزے رہ جائیں ان کی قضا ضروری ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ [1]

اگر روزے کے دوران حیض شروع ہو جائے تو اس سے بھی روزہ ختم ہو جاتا ہے، جس کی قضا بعد میں دینا ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ [2]

قضاء شدہ روزوں کے متعلق بہتر ہے کہ انہیں آئندہ رمضان سے پہلے پہلے پورا کر لیے جائیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے ذمہ رمضان کے روزے ہوتے تھے تو میں ماہ شعبان کے علاوہ ان کی قضاء کے متعلق طاقت نہ رکھتی تھی۔[3] راوی حدیث نے اس کی وجہ بایں الفاظ بیان کی ہے۔: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصروفیت کی وجہ سے ایسا نہ کر پاتی تھی۔[4] ہمارے رجحان کے مطابق حق بات یہ ہے کہ اگر استطاعت ہو تو جلدی قضاء دینا ضروری ہے کیونکہ زندگی کے ایام مستعار ہیں، ان کے ختم ہونے کا علم نہیں، اس لیے اس قسم کا قرض چکانے میں جلدی کرنا چاہیے۔ نیز ارشاد باری تعالی ہے: ''اپنے رب کی مغفرت کی طرف جلدی کرو۔'' [5]

قضا شدہ روزوں کو مسلسل رکھنا ضروری نہیں بلکہ انہیں متفرق طور پر بھی رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رمضان میں قضاء شدہ روزوں کو اگر الگ الگ رکھ لیا جائے تو چنداں حرج نہیں۔ (بخاری، معلقاً) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کا فتویٰ مروی ہے۔[6] مسلسل رکھنے کے متعلق جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] صحیح مسلم، الحیض: ۳۳۵۔

[2] صحیح بخاری، الصوم : ۱۹۵۱۔

[3] مسند امام احمد : ص ۱۲۴، ج ۶۔

[4] صحیح بخاری، الصوم : ۱۹۵۰۔

[5] آل عمران : ۱۳۳۔

[6] دار قطنی : ص ۱۹۳، ج ۲۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد 4۔ صفحہ نمبر: 222

محدث فتویٰ